© rasailojaraid.com

ادار یہ

ہم کدھر جا رہے ہیں؟

آج کل ہمارا ملک جس اخلاقی، سیاسی اور معاشی انحطاط سے دوچار ہے، اس پر ملک کے اہلِ نظر نے برابر اپنے قلق و اضطراب کا اظہار کیا ہے۔ اس اخلاقی انحطاط کے ہاتھوں ہمارے سماجی، اقتصادی اور سیاسی نظام کی بنیادیں دم توڑ رہی ہیں۔ لیکن ہم ہیں کہ اپنی سیاسی اور اخلاقی روش کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں، کیوں کہ آج بدقسمتی سے سچائی، خدمتِ خلق، جمہوریت اور اخلاقی قدریں ہمارے لیے بے معنی الفاظ ہیں۔ ہم بزعمِ خویش کامیاب سیاست دان ہی نہیں بلکہ مدبر "Statesman" بھی ہیں۔

آج کل ملک میں ہر طرف بدنظمی پھیل رہی ہے، جس نے پورے وطنِ عزیز کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ صوبہ سرحد میں بچیوں کے اسکول انتہاپسندی کے ہاتھوں گرائے جا رہے ہیں۔ سوات کا معروف علاقہ جو کسی زمانہ میں انتہائی پُرامن اور صحت افزا مقام تصور کیا جاتا تھا۔ آج وہاں جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔ مقامِ مسرت ہے آج صوبہ کی حکومت نیشنل عوامی پارٹی جیسی امن پسند اور ذمہ دار سیاسی پارٹی کے پاس آ گئی ہے۔

آج ایک طرف ہمارا سیاسی بحران ہے۔ جو جمہوری روایات کو مسلسل پامال کرنے کا نتیجہ ہے۔ تو دوسری طرف مالی بحران ہے۔ جسے غیر جمہوری اور غیر اخلاقی رویوں نے خود پیدا کیا ہے۔ چنانچہ صاحبِ اثر لوگوں کے ذمہ اربوں روپے کے قرضے معاف کر دیے گئے ہیں۔ کھانے پینے کی چیزیں اس قدر مہنگی ہو گئی ہیں کہ بعض مقامات پر خواتین نے اپنے بچوں کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہمراہ خودکشی کر لی ہے۔ نئی حکومت، جو فروری میں آزاد انتخابات کے نتیجہ میں وجود میں آئی ہے، اُمید ہے کہ وہ ہمارے معاشی اور انتظامی مسائل کے حل کے لیے کوئی ٹھوس قدم اُٹھائے گی اور اپنے ہی اعلانات کے مطابق معزول ججوں کا مسئلہ حل کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔

افسوس! ہم آج تک ان طاقتوں سے جان نہیں چھڑا سکے جو بانیٔ پاکستان اور مرحوم لیاقت علی کی شہادت کے بعد سے جمہوریت کی راہ میں رکاوٹ بنی ہوئی ہیں اور برابر جمہوری حکومت کو ختم کرنے کے لیے بحران پیدا کرتی رہتی ہیں۔

مزید ستم یہ ہوا کہ ہم ہر سال مرحوم علامہ اقبال کی برسی مناتے ہیں۔ لیکن کبھی اپنا محاسبہ نہیں کرتے کہ ہم نے کہاں تک اقبال کے افکار پر عمل کیا ہے۔ سچ یہ ہے کہ ہم نے چند کھوکھلے نعروں کے سوا کبھی بھی سنجیدگی سے افکارِ اقبال پر عمل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال نے نہایت ہی حسرت سے مرحوم سیّد سلیمان ندوی کو لکھا تھا: ''مسلمانوں کا مغرب زدہ طبقہ نہایت پست فطرت ہے۔'' قدیم تعلیم یافتہ گروہ کا ذکر کرتے ہوئے اقبال نے کہا تھا: ''تمہارے دین کی یہ عظیم الشان بلند نظری ملاؤں اور فقیہوں کے فرسودہ اوہام میں جکڑی ہوئی ہے اور آزادی چاہتی ہے--- ہم بوڑھوں کے لیے شرم کا مقام ہے کہ ہم نوجوانوں کو ان اقتصادی، سیاسی، بلکہ مذہبی بحرانوں کا مقابلہ کرنے کے قابل نہ بنا سکے۔ جو زمانۂ حاضرہ میں آنے والے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ساری قوم کی موجودہ ذہنیت کو یکسر تبدیل کر دیا جائے...[۱]

اخلاقی اور تعلیمی تصورات پر لکھنے کے بعد اقبال نے نہایت ہی کرب سے لکھا تھا: ''مَیں اس راہ میں آنے والی مشکلات کے بارے میں حساس ہوں۔ مَیں یہاں صرف یہ کہوں گا کہ اگر ہم نے اپنی مشکلات پر قابو نہ پایا تو دُنیا جلد ہی ہم سے اپنی جان چھڑا لے گی۔''[۲]

---

[۱] فکر ونظر، اسلام آباد، جنوری-فروری، ۱۹۷۸ء، ص ۷۰، بحوالہ روزنامہ انقلاب، لاہور، ۲۲ر مارچ ۱۹۳۲ء۔

[2] "I am quite sensible of the difficulties that lie in our way. All that I can say is that if we cannot get over our problems, the world will very soon get rid of us." (*Speeches, Writings and Statements*, p. 97.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسے حسنِ اتفاق کہیے یا کچھ اور جب وطنِ عزیز کی موجودہ سیاسی اور معاشی صورتِ حال کے بارے میں یہ سطریں لکھی جارہی تھیں، اچانک معاہدہ لوزاں (Lausanne) جو جدید ترکی (مصطفیٰ کمال پاشا) اور مغربی طاقتوں میں طے ہوا تھا، ذہن میں اُبھر آیا۔

یہ معاہدہ لوزاں دراصل "Severs" معاہدہ کی ناکامی کے بعد وجود میں آیا تھا۔ عدل وانصاف اور انسانی برادری جیسی بلند قدروں سے خالی تھا۔ اس معاہدے (Severs) کے بارے میں اٹلی کے وزیراعظم نئ Nitti نے کہا تھا: ''تمہیں (مغربی طاقتوں کو) اب ایشیائے کوچک میں جنگ سے واسطہ پڑے گا۔ اٹلی اس جنگ میں ایک سپاہی بھی نہیں بھیجے گا، تم نے ترکوں سے ان کے مقدس مقامات چھین لیے ہیں۔ اور اس کا دارالخلافہ غیرملکی قبضہ میں ہے--- اس معاہدہ کو ترک قوم اور ترکی پارلیمنٹ نے تسلیم نہیں کیا۔''[۱] آنے والے واقعات نے ثابت کردیا کہ اٹلی کا وزیراعظم 'پیغمبر' تھا۔ کیوں کہ ترکوں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ ترک سرزمین پر اقتدار صرف انہی کا ہوگا۔ چنانچہ جنگ شروع ہوگئی اور خرابی بسیار کے بعد ۱۹۲۳ء میں لوزان میں اتحادیوں نے ترکی کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرلیا۔

سیّد امیر علی مرحوم کی معروف کتاب Spirit of Islam (روحِ اسلام) پر تبصرہ کرتے ہوئے نیویارک ٹائمز نے لکھا تھا: ''لوزاں معاہدہ دراصل مغربی سیاست دانوں پر ترکی کی فتح ہے۔ اس فتح کے بعد دہلی کی فتح ضروری ہے۔ جہاں ایشیائی لوگوں کی نگاہ میں اسلام اپنی تقدیر کا سامنا کرے گا، لیکن یہ فتح تلوار کی نہیں جو اب تک ماضی میں اسلام کی فتح مندی کا نشان رہی ہے۔ دراصل اخلاقی، سماجی کے ساتھ ساتھ سیاسی معاہدے کی فتح ہوگی۔ لوزاں کا یہ معاہدہ مغربی جمہوریت کے اصولوں کی فتح ہے۔''

نیویارک ٹائمز میں لوزاں (Laussanne) معاہدے کے ساتھ دہلی کا بھی ذکر آیا ہے۔ بے شبہ دلّی میں برصغیر کی دو بڑی جماعتوں: آل انڈیا نیشنل کانگریس اور آل انڈیا مسلم لیگ کے نمائندوں نے برصغیر کی آزادی اور قیامِ پاکستان کے سیاسی مسائل پر حکومتِ برطانیہ

[۱] تفصیل کے لیے دیکھیے: The New World of Islam, By Stoddard, p. 190

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے ساتھ مذاکرات کئے جن کے نتیجہ میں ۱۴، ۱۵۔ اگست ۱۹۴۷ء میں ہندوستان اور پاکستان آزاد ملکوں کی حیثیت سے دُنیا کے نقشہ پر نمودار ہوئے۔

یہ حقیقت ہے کہ بھارت میں تو کانگریس سیاسی طور پر جمہوری نظام اور دستوری حکومت کے قیام میں کامیاب ہوگئی۔ جواہر لال نہرو ۱۹۴۷ء سے لے کر ۱۹۶۴ء تک بھارت کے وزیراعظم رہے اور اپنے ملک کو صحت مند سیاسی اور اقتصادی بنیادوں پر استوار کر کے تاریخ میں اپنا مقام پیدا کر گئے۔ صد افسوس! یہاں پاکستان میں بانی پاکستان اور لیاقت علی کی شہادت کے بعد بیوروکریسی اور فوج نے مل کر سیاست دانوں کو سیاست سے نکال باہر کیا اور حالات اس حد تک خراب ہوگئے کہ ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان نے 'بنگلہ دیش' کے نام سے الگ ریاست کی شکل میں نیا جنم لیا۔ ہماری تاریخ اس المیہ پر ایک مدت تک ماتم کرتی رہے گی کہ ہم نے بانیٔ پاکستان کی رحلت کے بعد کسی وزیراعظم یا صدر کو اپنی مدتِ حکومت پوری کرنے کی اجازت نہیں دی، جس کی وجہ سے قوم کو بے حد مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ہم اپنی سیاسی ناکامیوں کا گہری نظر سے جائزہ لیں اور نیا جنم لے کر برصغیر اور ایشیائی قوموں کی برادری میں ایک تخلیقی کردار ادا کریں۔

رشید احمد (جالندھری)

© rasailojaraid.com